

عہد نبوی کی سیاست کا رسی اصول



ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی۔ پیج۔ ڈی۔ ڈی۔ ٹی۔

ادارہ ادب جدید

جید آباد (دکن)

قیمت ۴/۲

پایچ ۴۳

اسلامیائے ہند

کی

سیاسی مندریں



زندگی ایک مستقل اضطراب ہے ایک مسلسل حرکت۔ کشمکش حیات سے
 ٹھہرنا یا ڈھبنا گناہِ ذولی و پست ہمتی ہے۔ امواجِ دہر کے تھپیرے کھا کر اور
 حوادثِ زمانہ کا مزہ اناوارہ مقابلہ کر کے اپنی دنیا کو خوش رنگ اور بار آور بنانے کا
 نام ہی زندگی ہے۔ سخت کوشش، سعی پیہم اور مسلسل جدوجہد ہی ہم کو انفرادی حیثیت
 سے ہویا نئی — صحیح زندگی کا مالک بناتی ہے۔ عمل پیہم کے جو کھوں میں
 دکھ ہی انسانِ خلافت الہیہ کا سزاوار ہو سکتا ہے زندگی کی ہر عملی — عمل پیہم
 — ہی کی رہیں منت ہے کہ اسی سے زندگی نبتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔ یہ
 تیس اپنے مقاصد کے قریب لے جاتی ہے۔ ہی ہمیں کامیابی سے پہنچا کر راتی
 ہے۔ لیکن عمل پر وہی مجبور ہو سکتا ہے جس کے دل میں آرزو انگریزیاں لے
 رہی ہو، تمنا چیل رہی ہو۔ جب تک تمنا کی کسک نہ ہو گی عمل کا ظہور نہ ہو گا
 پس یہی خلش ہماری زندگی کا مقصد اور ہماری حیات کا نصب العین ہونا چاہیے

زندگی بغیر مقصد کے موت ہے۔ زندگی بشری نصب العین کے زندگی
 ہی نہیں۔ پھر ہمارا ایک مسلمان کا —
 مقصد حیات کیا ہے؟

ایک مختصر سے جملہ میں ایک مسلمان کی زندگی کا زندگی بخش مقصد صرف
 یہ ہے کہ "اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت ہو"۔ یہ زمین کسی زید و بکر کی زمین
 نہیں، کسی کالے گورے کی ملکیت نہیں۔ یہ زمین اس خلاق عالم کی ہے
 جو رب العالمین ہے اور اس زمین پر اس کی اور صرف اس کی حکومت
 قائم ہونی چاہئے۔ اسلام نہ کسی چنگیز کی شہنشاہیت کا قائل ہے نہ کسی
 روزولٹ کے "سردوں کے شمار" والی جمہوریت کا۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بیشک! زمین صالح بندوں
 کی میراث ہے" صالح بندے ہیں کون.....؟
 صالح بندے وہ ہیں جو عمل صالح کریں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے
 کہ عمل صالح سے مراد کیا ہے؟

عمل صالح ہر وہ عمل ہے جو حیات انسانی کے فروغ کا باعث ہو۔
 ہر وہ عمل جو انسان کی خفہ قوتوں کو بیدار کرے اور اس کی عطا کردہ
 صلاحیتوں کو اجاگر کرے۔ المختصر عمل صالح ہر وہ عمل ہے جس سے قافلہ حیات
 آگے بڑھے۔ جو اللہ کے صالح بندے ہوتے ہیں وہ صرف اپنے ضمیر کی

آواز سنتے ہیں۔ انہیں ”دوسرے کیا کہیں گے“ کا خیال ہوتا ہے نہ خوف۔
 ان میں بے پناہ بے نیازی ہوتی ہے۔ وہ مجسمہ استغنا ہوتے ہیں۔
 احساس و ضمیر کی لطافت انہیں خود ہر غلط قدم پر روکتی ہے۔ ہاں! تو یہ
 زمین اللہ کے صالح بندوں — مرد مومن — کی میراث ہے، ان کی
 میراث جو اس کے اہل ہوں۔ قرآن بیکار بیکار رہا ہے کہ تم اپنے میں صلاحت
 پیدا کرو۔ حکومت کے حق دار وہی گردانے جاتے ہیں جو ایک طرف سے
 اپنی فکر و تفسیر کی جاذبیت سے اور دوسری طرف اپنے عمل و کردار سے
 اپنے آپ کو اس کا مستحق ثابت کریں۔ سچ ہے۔
 — جوش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز —

انسان صفات الہیہ کا ایک منظر تھا اور مسلمان اس کا منظر ایک
 بلند ترین نمونہ۔ چنانچہ اس بلند تر نمونہ کو اللہ نے اپنی نیابت کیلئے
 منتخب فرمایا۔ مرد مومن اپنے میں فطرت کی تمام قوتوں کو مرکز کرنے
 کی صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اپنے منصب خلافت
 پر متمکن رہ سکے اور جب اس میں یہ قوت کمزور پڑنے لگتی ہے اسکی
 خلافت کمزور ہوئے لگتی ہے اور آخر کار ختم ہو کر فنا ہو جاتی ہے۔
 جس طرح کائنات عالم میں ”اصول حرکت“ کا فرما ہے اسی
 طرح ہماری زندگی کی ساری ہنگامہ زائیاں اسی اصول کا رہیں منت

ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھے۔
 کسی منزل کو اپنا مقام نہ بنائے بلکہ ہر منزل پر اپنے مقام کو اور آگے
 دیکھے۔ ہر منزل پر وہ اپنے لئے نئی جگہ نکالے، نیا آسمان پیدا کرے
 اور نئی زمین بسائے۔ وہ اپنے ہر خواب کی تعبیر پر ایک زیادہ دلکشی،
 زیادہ رنگین اور زیادہ ہمہ گیر خواب دیکھے۔ ہر منزل پر آرزوؤں کی نئی
 تلاش محسوس کرے، اپنی چلتی ہوئی تہاؤں کو بے قرار دیکھے اور
 تلاش سکون میں منہمک رہے۔ اس سعی پیہم اور ان ارتقائی
 بناؤں کو لمحہ بہ لمحہ طے کرتا ہوا ہر منزل پر جہاں نو، کا خالق بنتا جائے
 تہاؤں تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے

یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنوں

آئیے ہم اپنے ماحول کی خبر لیں۔ دیکھیں کہ مسلمان ہند میں زندگی
 کی کتنی حرارت ہے۔ وہ کس درجہ اندیشہ و جنوں سے واقف
 ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں وہ دور جو اسلامی دور کے نام
 سے موسوم ہے دراصل مسلمان بادشاہوں کی شہنشاہی کا دور تھا۔
 لیکن اس دور میں 'خلق خدا کی اور ملک بادشاہ کا تھا اور' ع
 کے کچھ دنوں بعد "حکم کھنپنی بہادر" کا دور شروع ہو گیا۔ ایک صدی

بعد یعنی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد مسلمانوں کے رہے رہے ہے اختیار
 بھی ختم ہو گئے۔ اب ان کا 'بادشاہ' بھی نہ رہا۔ بادشاہت کے
 ختم ہونے ہی ان کا "مرکز اقتدار" کیا ختم ہوا نظامہ ان کا مقصد
 حیات ہی فوت ہو گیا۔

۱۸۵۷ء سے پہلے فرانس اور وہابی تحریکوں کے سلسلے میں ان
 پر کافی ظلم توڑا گیا تھا اور اب اس انقلاب کی پاداش میں انہیں مزید
 سخت ستم بنایا جائے لگا۔ اسلامیان ہند کچھ عجیب پرتیج بھنور میں گرفتار
 ہو گئے۔ ان کا اقتدار گیا، اختیارات سلب ہوئے اور اب وہ انگریزوں
 کے شکوک و شبہ کے شکار ہو کر مطعون ہونے لگے۔ دوسری طرف
 ہماری ہمسایہ قوم کے ارباب اقتدار اپنی قوم کو نئی تعلیم کے زیور سے
 آراستہ کر کے اپنے افراد کو ہر خالی کرسی پر تمکن کرنے لگے۔ نتیجہ ان
 کے اختیارات و اثرات بڑھتے گئے۔ اور سرکار کی ناک کے بال
 ہو کر ان کے "ناک کان" کے فرائض انجام دینے لگے۔ اس انگریز
 پوری کا نتیجہ یہ نکلا کہ چارے دوستوں کے دماغ پورپ کے اجتماع
 نظورات سے متاثر ہونے لگے اور انکا گہرا نقش قبول کرنے لگے۔
 مختلف جگہوں میں انڈین اسوسی ایشن قائم ہونی شروع ہو گئی اور
 آخر کار ۱۸۸۵ء میں مسٹر ہیوم آئی۔ سی۔ ایس اور لارڈ ڈفرن وائسرائے

ہند کی مشترکہ کوششوں سے ۲۷ دسمبر کو آل انڈیا یونین قائم ہوئی جو بعد کو آل انڈیا کانگریس بن گئی۔ خداوندان فرنگ کی دانائی و دلجوئی ہماری ہمسایہ قوم کے دلوں میں گھر کر چکی تھی۔ ان کی ہر چیز انہیں اچھی معلوم ہونے لگی۔ ان کے بتائے ہوئے تصورِ وطنیت نے بھی انہیں اپنی طرف رجوع کیا اور انگریزوں کے قائم کردہ حدود کو انہوں نے اصطلاحی وطن بنالیا اور بندے ماترم کا وظیفہ شروع کر دیا۔

اسلامیان ہند — طنز و دشنام کے شکار — عجیب جمہوری

کے عالم میں تھے۔ وہ ہر طرف سے دبے ہوئے تھے لیکن مسلمان کی فطرت بدلی نہیں جاسکتی۔ اسے دبایا جاسکتا ہے فنا نہیں کیا جاسکتا۔ آخر مسلمان ہند نے انگریزانی۔ تعلیم کے ناہم پر وہ جمع ہونے لگے۔ یہ مسلمان ہند کی سیاسی بیداری کی سنگ بنیاد تھی۔ ۱۹۰۱ء میں وہ لکھنؤ میں پہلی بار اپنی سیاسی پوزیشن پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے اور یہ اجتماع ۱۹۰۶ء میں دھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے منظر عام پر مسلمانوں کی زبان بن کر آیا۔

یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء میں جو اولین یادداشت مسلمان ہند کی طرف سے وائسرائے ہند کے سامنے پیش کی گئی تھی اس میں بھی واضح کیا گیا کہ۔

”قومی حیثیت سے ہم مسلمانوں کی ایک جداگانہ جماعت ہے۔
جو ہندوؤں سے بالکل الگ ہے۔ اور ہمارے اغراض و مصالح ایسے
ہیں جن کا تعلق بلا شرکت غیر سے ہم سے ہے۔ اور جن میں کسی
دوسری قوم کا بالکل دخل نہیں۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اغیار کا یہ کہنا کہ لاہور کے اجلاس
مسلم لیگ ۱۹۴۷ء کے بعد مسلمانوں میں علیحدہ قومیت کا تصور پیدا ہو گیا
کس قدر غلط ہے۔ اسی یادداشت میں جدید (مغربی) جمہوریت کے
خطرناک نتائج کی طرف اور خاص کر مخلوط انتخاب کے مضرت رساں
اثرات پر واضح اشارے تھے۔ مسلمانوں کی تگ و دو کا نتیجہ یہ نکلا کہ
نٹو مارے اصلاحات میں جداگانہ انتخاب کا اصول منظور کر لیا گیا۔
اسلامیان ہند کی ایک منزل طے ہو چکی تھی۔ لیکن اسی پر اکتفا
ان کی قومی موت تھی۔ انہوں نے ۱۹۴۷ء میں اپنے ملی ادارہ۔
آل انڈیا مسلم لیگ۔ کو ایک قدم اور آگے بڑھایا ”ہندوستان
کے لئے مناسب حال حکومت خود اختیاری حال کرنا نصب العین قرار دیا۔ اسی سال
اسلامیان ہند کی خوش بختی سے انہیں ایک تازہ دم نیا خادم۔
محمد علی جناح۔ بھی مل گیا۔

عالمی جنگ ہوئی۔ گاندھی جی کی اپیل پر ہزاروں نوجوانان

وطن دیوتاے جنگ کے بھینٹ چڑھ گئے۔ مسلم زعماء کا رنگ جدا تھا۔
 ان میں اکثر جلا وطنی اور نظر بندی کے شکار ہوئے۔ دوران جنگ
 میں برطانیہ کی وعدہ خلافتوں نے مسلمانوں میں نئی تڑپ پیدا
 کر دی تھی۔ نتیجہ تحریک خلافت نے زور پکڑا، موقع سشناس
 ہندو زعماء نے بھی مسلمانوں کے ساتھ شرمایا۔ لیکن مرحوم کمال کی
 ناقبت اندیشانہ حرکت "خاتمہ خلافت" کا لازمی نتیجہ تحریک خلافت
 کا خاتمہ تھا۔ اور گھر میں مسلمانوں کو "شدھی سنگٹھن" تحریک کا ایسا
 زبردست گھونٹ لگا کہ وہ جو اس باختہ رہ گئے۔ دشت اتحاد جسے
 تحریک خلافت نے بام عروج پر پہنچایا تھا۔ اس راستے میں تحریک
 ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ مسلمان تعمیر کے لئے پیدا ہوا ہے۔ تخریب کی
 ابتداء اس کی طرف سے نہیں ہوتی۔ ہاں جب دوسرے آمادہ
 بہ تخریب ہوئے ہیں تو بیروہ بھی سیتہ سپرہ کہ سر سے کفن باندھ کر۔
 میدان میں اتر آتا ہے۔

۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ شائع ہوئی جو کانگریس کی صحیح
 ذہنیت کا آئینہ دار تھی۔ مسلمان ہند اس رپورٹ سے بالکل بھڑک
 اٹھے جمہوریت جیسا فداے وطن اور علی برادران جیسے مخلص وطن دوست
 سب ہر ایک۔ آواز چیخ اٹھے۔ کانگریس کی مہاسبھائی ذہنیت نے

اس سے بہت سے مخلص مسلمانوں کو الگ کر دیا۔ وہ اب بار بار آئے جانے کے لئے تیار نہ تھے۔ اختلافات کی خلیج زیادہ سے زیادہ وسیع ہوتی چلی گئی۔ مختلف خیال مسلمانوں کی جنوری ۱۹۲۹ء میں ایک آل انڈیا کانفرنس ہوئی جس میں مسلمانوں کی قومی مطالبات "چودہ نکات" کے نام سے پیش کئے گئے۔ یہی چودہ نکات مارچ ۱۹۲۹ء میں جاکر "مسلم لیگ" کی بنیادی قرارداد کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں مسلمان اپنی اس بنیادی قرارداد پر چٹان کی طرح جمع رہے۔ حکومت بھی اس چٹان کی مخالفت مول لیکر نہرو رپورٹ کو قبول کر لینے کے لئے تیار نہ تھی۔

۱۹۳۰ء گول میز کانفرنس کی وجہ سے تاریخ ہند میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ کانفرنس میں مولانا محمد علی مرحوم کی تقریر اسلامیان ہند کے اجتماعی خیالات کی آئینہ دار تھی۔ آپ نے ملک کے لئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا اور مسلمانوں کے متعلق فرمایا کہ "ہمارا اصلی مقصد ایسی آزادی کا حصول ہے جس میں مسلمان بھی آزاد ہوں۔" مسلمان آزادی چاہتا ہے لیکن ایسی آزادی جس میں وہ خود بھی آزاد ہو۔

دوسری گول میز کانفرنس میں مسٹر محمد علی جناح نے انتہائی فراخ حوصلگی سے اقلیتوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن ارباب کانگریس کی بے توجہی سے مینارٹی کمیٹی کی محنتوں پر پانی پھر گیا۔ کانگریس کے مقتدر لیڈروں نے ریزرے سیکرٹری (وزیر اعظم برطانیہ) کو فرقہ وارانہ مسائل کا بیخ قرار دیا اور جس کا نتیجہ کمیونل ادارہ نکلا۔ لیکن جب کمیونل اوارڈ شائع ہوا تو یہی دستخط کنندگان شور مچانے میں سب سے پیش پیش تھے کہ اس سے ان کے خواب کی جیسی کہ وہ چاہتے تھے قبر نہیں ہوئی۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء سے ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔ اسلامیان ہند اپنے ملی ادارہ کی زمام قیادت مسٹر جناح کے ہاتھ دے دیتے ہیں۔ تاریخ ہند میں پہلی بار ایک مسلم پارلیمنٹری بورڈ قائم ہوتا ہے۔ اور باقاعدہ انتخابات میں حصہ لیا جاتا ہے۔ کانگریس نے بھی منظم طریقہ سے انتخابات میں حصہ لیا اور یہ کہہ کر کہ وہ نئے قانون کے پرچے اڑانے کو نسلوں میں جارہے ہیں اور حاشا وکلا وہ کبھی کرسی وزارت پر آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ لیکن جب کانگریس نے سات صوبوں میں اپنی اکثریت محسوس کی تو جھٹ بھاؤ شروع کر دیا

اور آخر کار جسے زہر ملا اہل کفر خطاب کیا جاتا تھا اسے جام
انگیں کی طرح نوش جاں کر لیا گیا۔ وہی پنڈت جواہر لال جو
قبول کرنے کو ایک ”زبردست قومی غلطی“ اور نہایت ”مضر
رساں“ فرماتے تھے کلکتہ کے آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں فرماتے ہیں۔
”میں اپنی غلطی کو اب محسوس کرتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ عہدے
قبول کرنے کے بعد کانگریس کے نظام میں کتنی قوت آگئی ہے۔“
طاقت کے نشہ میں ارباب کانگریس مسلمانوں کی جداگانہ
حیثیت تک سے انکار کرنے لگے، ان کی تہذیب کا مذاق اڑایا
جائے لگا اور انہیں کانگریس میں مدغم کرنے کے لئے منظم طور سے
مسلم ماسٹرنکٹ کی جدوجہد جاری کر کے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت
پر ممکنہ ضرب لگانے کی کوشش شروع کر دی گئی۔ یہ مسلمانوں کیلئے
کھلا ہوا چیلنج تھا۔ یہ انکی قومیت پر حملہ تھا چنانچہ مسلمانوں نے بھی
اس چیلنج کو قبول کیا اور از سر نو اپنی تنظیم کی ٹھانی اور اپنے ملی
ادارہ کے زیر انتظام ایسی سرعت سے تنظیم کا ثبوت دیا کہ وہ
بھی شہدورہ گئے۔

کانگریسی وزارت کا دور اسلامیان ہند کی تاریخ کا ایک
ایسا دردناک باب ہے جس کے سیاہ و صعب کبھی نہ مٹیں گے۔

طاقت کا نشہ بُرا ہوتا ہے۔ اس نشہ میں مسلمانوں پر جو جو ظلم توڑے گئے وہ بس خداوندان کانگریس ہی کو زیرِ دیتا ہے۔ کانگریس وزارت میں بابو جگت رائے لال (سکرٹری آل انڈیا ہندو مہاسبھا) جیسے حضرات بھی شامل تھے۔ ایک عرصہ تک بنگال کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر کمر جی رہے۔ وہی کمر جی جنہوں نے آل انڈیا ہندو کونسل میں ویدک (یوگتھ) کانفرنس لاہور میں صدر کی حیثیت سے فرمایا تھا۔

”ہندوستان کو تھوری اور پریکٹس دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہئے جس کی کچھ ہندو اور جس کا مذہب ہندو ہو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔“

کانگریسی وزارت میں ودیا مندر کی اسکیم ترانہ بندے ماترم کا مدراس میں جبری اجرا، عام اردو دشمنی اور دیگر مسلم ازاریوں کا ایسا گھناؤنا سلسلہ شروع ہوا کہ بیاں نہیں ہو سکتا۔ پیر پور رپورٹ کی ورق گردانی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مساجد کی بے حرمتی، قربانیوں پر پابندیاں، نہتے افراد و گروہوں پر حملے سی۔ پی کا پورا علاقہ بہار میں ہزاری باغ اور یو۔ پی میں گورکھ پور، مصطفیٰ آباد تاندہ اولیاء خاص سے تختہ مشق بنے رہے۔ غرض کہ ڈھائی سال کی کانگریسی حکومت میں مسلمانوں کو ان گنت

خونیں واقعات، وحشیانہ سلوک اور طوفان بدتمیزی کا مقابلہ کرنا پڑا۔
 اندر ہی اندر یہ مظالم مسلمانوں کے لئے نشر کا کام کر رہے تھے۔
 اور انہیں اپنی قوتوں کو متحرک کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ بھڑے
 ہوئے ملنے لگے۔ ہمارے بہت سارے سادہ لوح بھائی جو روٹی
 کے پیر میں آکر یار رنگے جھنڈے کی دلفریبوں میں بھنس کر ہم
 سے الگ ہو گئے تھے، یا وہ جو اغیار کی سازشوں سے بے خبر
 اب تک اپنے کو غیر جانبدار رکھے ہوئے تھے۔ ایک
 ایک کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہو گئے
 حوادث کے پھیڑوں نے انہیں چونکا دیا، مخالفت کے
 جھونکوں نے انہیں پیدا کر دیا۔ اور اب بڑی شدت سے
 انہیں اپنا خیال ہونے لگا۔ مسٹر محمد علی جناح کی شکل میں ان کے
 پاس بحر سیاست کا ایک ایسا بہترین شناور موجود تھا جو نہ
 دریا نہنگوں کے تیور پہنچاتا ہو۔ اس مرد دانائے قوم کی قیادت
 اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ وہ اب اسلامیان ہند کا قائد اعظم
 بن چکا تھا۔

قائد اعظم نے اجلاس لاہور ۱۹۴۰ء میں ڈنکے کی چوٹ
 اعلان کیا کہ ”حکومت برطانیہ سے اعلان یا بیان کی التجا کے ہم قائل

ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے اپنا گھر — پاکستان —

اب اسلامیان ہند کا سیاسی نصب العین قرار پا چکا۔ اس کے حصول کی جدوجہد جاری ہے۔ حصول پاکستان اب ہماری اجتماعی کوششوں کا محور بن گیا کہ ہم اپنے لئے ایک علیحدہ ملی وطن قائم کریں جہاں ہم اپنی مرضی کے مطابق حکومت کریں۔ ہمارا طریق فکر ہمارا نظریہ حیات ہمارے اصول زندگی اس وقت تک تکمیل رہتے ہیں جب تک ہمارا سیاسی استقلال ایک محسوس شکل میں ہمارے سامنے آجائے اور یہ اس وقت تک نامکمل ہے جب تک پاکستان عملی صورت اختیار نہ کرے۔

نشستوں کے تعین سے قومیں نہیں بنتیں خاص کر ہماری قوم جس کا مخصوص ترین زاویہ نگاہ ہے، مخصوص افکار و نظریات ہیں۔ ہمارے مختلف تمدنی مظاہر کے پیچھے جو روح کار فرما ہے اس وقت پروان نہیں چڑھ سکتی جب تک ہمارا وجود ان خصوصیات سے عبارت نہ ہو جن سے ہماری قوم میں اسلامی روح بیدار ہوتی رہے۔ اسلامیان ہند کے سامنے بیک وقت دو چیزیں ہیں ایک تو ملک کو آزاد کرانا اور دوسرے اس آزاد ملک میں اپنے لئے ازادی کا سامان پیدا کرنا۔ وہ آزاد ہندوستان میں ”مقید“ اسلام کو گتوارا نہیں کر سکتے۔ وہ آزاد ہندوستان

میں آزاد اسلام کی تخلیق کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔
 آزاد اسلام سے مراد مساجد بنانے اور نماز پڑھ لینے کی
 اجازت کے نہیں بلکہ اسلامیان ہند کو مساوی حیثیت سے
 انصاف مملکت میں برابر کے شریک کے ہیں۔ وہ دوسروں کی
 عطا کردہ مراعات نہیں چاہتے بلکہ خود ایسے قوانین بنانے کا
 مساوی حق چاہتے ہیں جس سے کہ ان کے مذہبی احکامات کی
 اس طرح پابجائی ہو سکے جس طرح وہ اپنے عقائد و روایات
 کی رو سے چاہتے ہیں۔

اگر مسلمانوں نے استقلال کا دامن نہیں چھوڑا تو وہ دن
 دور نہیں کہ وہ ہندوستان میں اپنے لئے وہی مقام پیدا کر لیں گے
 جس کے وہ من حیثیت القوم سزاوار ہیں۔



ہماری مطبوعات

جنگ زدہ ممالک - مرتبہ میر حسن ایم۔ اے
آگ و خون کے تاب آزما افسانوں کے واقعات جن ممالک
میں گزرے ہیں ان میں سے (۲۰) ممالک مشرق و مغرب کے حالات
ان ار باب قلم نیٹے جنہوں نے خود ان ممالک کو دیکھا ہے۔
اسلامی تہذیب کیا ہے - مرتبہ غلام دستگیر رشید ایم۔ اے
اس اہم سوال کا جواب (۱۰) بہترین اسلامی مفکرین کے قلم سے
جن میں مرحوم علامہ اقبال مرحوم علامہ پکتنہال، مولانا عبد الماجد
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ شامل ہیں۔

مشاہیر کے رومان حسن کے قدموں پر شہنشاہ عظام و مشاہیر عالم
کس طرح سر بسجود ہوتے ہیں ان کے دلفریب واقعات کو افسانوں
کے رنگ میں دیکھئے مصنف شبلی بی اکام "مدیر خیام"
شعرا و ادبا کا رومان - مشہور عالم شعرا و ادبا کے کیف پرور
رنگیں رومان کا مرقع ملک کے جلیل القدر ادیب شبلی کے قلم سے

ادارۂ ادب جدید

حیدر آباد دکن

چشتی پریس